eISSN: 2789-6331
pISSN:2789-4169

ڈاکٹر محمد قاسم
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Dr. Muhammad Qasim
Assistant Professor, Dept of Urdu, Allama Iqbal Open University, Islamabad

"تلاشِ وجود در اطرافِ چند۔۔ایک کوششِ محض" میں اساطیر کا مطالعہ

A STUDY OF MYTHOLOGY IN NOVEL "TALAASH.E. WAJOOD DAR ATTRAF.E. CHAND AIK KOSHISH.E. MEHIZ"

ABSTRACT

Aslam Siraj U Din is the modern fiction writer of Urdu language who has written less in quantity, but the quality of his writing is weighable. He has written only one short stories' collection "Simr Saamar" and a novel "Talaash e Wujood Dar Atraaf e Chand. .Aik Koshish e Mehz" in the fiction stream. Both the fiction writings are praiseworthy due to the writing style, descriptiveness, thoughts, and the ideas presented in the text. The key feature of Aslam's writings is his perfect weaving of mythological characters in the fiction. This article is based on the extensive study of the mythological references used in Aslam's novel "Talaash e Wujood Dar Atraaf e Chand.. Aik Koshish e Mehz". Usually, the mythological character used in a story is not fully revealed during that piece of writing because the story seems to be disrupted (i.e., it may switch to the story of mythological character rather than the current character of the fiction). But it is a factual need for a reader to have a sound knowledge of the mentioned mythology to enjoy the story and to get the writer's point of view up to the optimum. Though a slight interpretation of a mythological character may be given in a story in which it is used so that the process of story may continue but the question that why the mythological character is used in the story, can only be fulfilled after having an extensive study of mythology. To meet this emergence, an extensive study of the mythological references used in novel "Talash e Wujood Dr Atraaf e Chand.. Aik Koshish e Mehz" is presented in this article.

KEYWORDS

Aslam Siraj U Din,, Talash. E. Wujood, Novel,Mythology, Fiction, Ibraheem A.S. Arrang Barrang, Aphrodite, Eros, Qinaye, Athena

اسلم سراج الدین جدید اردو فکشن کا اہم نام ہیں۔ ان کا ناول "تلاشِ وجود در اطرافِ چند۔۔ایک کوششِ محض "2021ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس سے پہلے یہ ناول مختلف اوقات میں مختلف رسائل میں اقساط کی صورت میں شائع ہوتا رہا۔ ان کی وفات کے بعد ان

کے شاگرد علی سراج اور ان کے قریبی دوست طیب کی مساعی جمیلہ سے یہ ناول کتابی صورت میں شائع ہوا۔

یہ ناول دیگر عصری موضوعات سے ہٹ کر لکھا گیا ہے۔ کہانی کے موضوع و فن کی اہمیت کا اندازہ اس کے متن میں مستعمل تہذیب و ثقافت، اساطیر، مذہبی مباحث، وجودیت جیسے متفرق عناصر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جہاں تمام عناصر ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود مربوط ہیں۔ مصنف نے ناول میں ایسے فلسفیانہ سوال اٹھائے ہیں جن کا تعلق انسان، خدا اور کائنات کی تکوین اور تشریح سے ہے۔ تجسس اور تلاش کے عناصر کہانی کی اساس ہیں۔ مصنف نے فرد کے فرد سے تعلق، فرد کے خدا سے تعلق اور فرد کے کائنات سے تعلق کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے عظیم تخلیقی عمل (جو کائنات اور انسان کی تخلیق سے عبارت ہے) کے تناظر میں کائنات، انسان اور اشیاء کو ان کی ماہیت کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس بیانیے میں انہوں نے مختلف عناصر کو معاون ذرائع اظہار کے طور پر برتا ہے جن میں ادب، کلچر، فلسفہ، سائنس، آرٹ، تصوف وغیرہ شامل ہیں۔

مصنف نے اپنے تخیل و مطالعہ کو بروئے کار لاتے ہوئے ماقبل تخلیقِ کائنات کی صورت حال کو تاریخی حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی اس ناول میں انسان کی ازلی جبلت کو آشکار کیا گیا ہے۔ انسان کسی حال میں آسودہ نہیں رہتا۔ کم کمیتی اذہان کی تلاش کا سفر مادہ تک محدود رہتا ہے جبکہ زائد کمیتی اذہان کی تلاش کے سفر میں ان کا وجود، کائنات اور خالقِ کائنات کی کھوج ہی ان کی منزل متعین کرتی ہے۔ دونوں قسم کے اذہان میں سے کچھ تو منزل کا فریب کھا لیتے ہیں لیکن کچھ کا مقدر دائمی مسافت ٹھہرتی ہے۔ منزل اور مسافت کی یہی خلیج اس ناول کا موضوع ہے۔ ناول میں مذکور سفر کا کوئی انت نہیں، کوئی انجام نہیں۔ یہ سفر سے زیادہ لاسفر کی کیفیت ہے۔ اسی کیفیت کے تحت مصنف نے کہانی کی ابتدا کی ہے، اس میں وقت کو لاوقت کے ساتھ، وجود کو لاوجود کے ساتھ اس طرح مربوط کیا ہے کہ قاری کی چشمِ تخیل کے پردے پر مرئی دنیا کے علاوہ غیر مرئی دنیا کی بھی تصویر بن جاتی ہے۔ کہانی کا باقاعدہ اختتام نظر نہیں آتا اور مصنف انجام کے مواخذے کا عمل قاری کے ذمے لگا دیتا ہے۔ اس ضمن میں سلیم الرحمن ناول کے فلیپ پر رقم طراز ہیں:

> " اسلم سراج الدین جو کہانی لکھ رہے ہیں اس کی شاید کوئی منطقی ابتدا تو ہو سکتی ہے، منطقی انجام ممکن نہیں۔ یہ ایک ایسا بیانیہ ہے جس سے اختتام کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اسلم سراج الدین جو لکھ رہے ہیں وہ حدود سے ماورا اور شاید تعریف سے مستثنیٰ ہے۔ ایسا فکشن جس میں نہ زبان کی حد کا تعین ہے نہ بیان کی حد کا۔ ایک ان تھک بہاؤ ہے جس میں کرداروں اور لفظوں کو کہیں سستانے کا موقع نہیں ملتا۔ " [i]

ناول کے عنوان "تلاشِ وجود در اطرافِ چند۔۔ ایک کوششِ محض" سے ہی اس کے موضوع کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر

شے اپنے وجود کے جواز کی متلاشی ہے۔ یہی تلاش اس ناول کا موضوع ہے جسے ناول نگار نے متنوع پہلوؤں سے قاری کے سامنے پیش کیا ہے اور قاری کو بھی جستجو کے اس سفر کا راہی بنایا ہے۔ ناول کے کردار تلاشِ وجود کے سفر میں اپنی اپنی منزل کو پانے کے لیے اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ یہ کردار مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے اپنے شعبہ جات و دلچسپ مشاغل کی مدد سے اپنے وجود کی کھوج لگانے کی سعی کرتے ہیں اور اپنی ذات کے اصل سرچشمے کو دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ تلاشِ وجود کی راہ کے مسافر منزل پر پہنچنے کے لیے مختلف راستے اختیار کرتے ہیں۔ ناول میں کبھی کوئی راندہ اپنے وجود کی کھوج میں مارا مارا نظر آتا ہے تو کبھی کوئی پرندہ اپنے اثبات کے لیے اپنے پروں میں مقدور بھر ہوا بھرنے کے باوجود پھڑ پھڑا کر رہ جاتا ہے۔ مصنف نے اس تلاش کے بیانیے کے لیے مختلف علامتوں کا سہارا لیا ہے جو ہمارے گردوپیش سے ہی اخذ کی گئی ہیں۔ ناول میں مختلف کرداروں، پرندوں، اساطیر، حکایات کی ذریعے موضوع کی ترسیل بخوبی کی گئی ہے۔ اسلم سراج الدین نے چونکہ کہانی کی بنیاد بڑے فلسفیانہ سوالات پر رکھی ہے۔ کائنات کی ابتدا اور پھر زندگی کا وجود میں آنا، زمین پر اس کا آغاز، یہ سب تخلیقی عمل کی ابتدا سے منسلک ہیں۔ یہ ایک اہم موڑ ہے جسے سمجھنے کی کوشش اسلم کو اساطیر کی طرف لپکنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ تصوف کی روحانی اور فلسفیانہ اور جدید سائنسی رجحانات سے نکل کر اساطیر کی طرف چلے جاتے ہیں۔

ناول کی باقی جہات سے ہٹ کر اگر صرف اساطیری حوالہ جات پر ہی نظر کی جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مصنف کے مطالعہ میں اساطیر کا ایک جہان آباد ہے۔ ان اساطیر کا تعلق مذہب سے بھی ہے، یونان کی تہذیب سے بھی اور تاریخ سے بھی۔ یعنی مصنف کے ہاں اساطیر کا دائرہ محدود نہیں بلکہ اس کا رداس اس قدر وسیع ہے کہ اس کے محیط میں مختلف النوع اساطیر بخوبی سمائے ہوئے ہیں اور اپنی انفرادی حیثیت قائم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ اساطیر الگ الگ تہذیب سے تعلق رکھنے کے باوجود کہانی میں ایک لڑی کی صورت پروئے ہوئے ہیں جس سے کہانی کا ربط برقرار رہتا ہے۔ مصنف کے قلم کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں یہ اساطیر جامد نہیں بلکہ متحرک ہیں۔ مصنف نے کہانی میں ان اساطیر کے فقط بت نہیں تراشے بلکہ انہیں متحرک کرداروں کی صورت میں پیش کیا ہے۔

کہانی میں اساطیری حوالہ جات کی یہ روایت نئی نہیں بلکہ ماقبل ادب میں اساطیر کے بے شمار حوالہ جات موجود ہیں۔ ناول میں اساطیری حوالہ جات کے مطالعہ سے قبل سوزان کے لینگر سے اسطور کی واقعیت نقل ہے:

> "اسطور خواہ اسے لغوی معنوں میں لیا جائے یا مجازی معنوں میں، مذہبی سنجیدگی کی حامل ہوتی ہے۔ وہ یا تو تاریخی واقعہ ہے یا پر اسرار صداقت۔ اس کا مثالی موضوع حزنیہ ہے نہ کہ تخیلات میں بسی ہوئی کوئی چیز۔ اس کے کردار فوق الفطرت شخصیتوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔"[ii]

درج بالا حوالے کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلم سراج الدین کے ناول کا مطالعہ کیا جائے تو ناول میں مستعمل تمام اساطیر پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ ان اساطیری قصوں کو قدیم ادب میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ ناول میں اساطیری تکنیک کا بیان مصنف کی قدیم ادب سے دلچسپی اور واقفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مصنف نے مختلف اساطیری واقعات کو اس طرح اصل کہانی سے منسلک کیا ہے کہ زمانہ حال کا رابطہ ماضی سے جڑ گیا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ آج کے واقعات قدیم زمانے کے واقعات ہی کی تکرار ہیں۔ یہ اساطیری کردار کہانی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتے بلکہ کہانی کو تاثیر بخشتے ہیں۔ ان اساطیر کے استعمال سے اسلم سراج الدین کے وسیع مطالعے کا اندازہ ہوتا ہے۔

ناول میں مستعمل اساطیر میں مرکزی حیثیت ایک پرندے کی ہے۔ ناول میں اس کا نام اڑنگ بڑنگ فرض کیا گیا ہے۔ یہ پرندہ پورن [iii] کا ساتھی ہے اور اسی کے ساتھ اس کے شب و روز گزرتے ہیں۔ پرندہ پورن کو اپنی کہانی سناتا ہے۔ یہ پرندہ کوئی عام پرندہ نہیں۔ پورن کے استفسار پر پرندہ پورن کو بتاتا ہے کہ اسے حضرت سلیمان کے دربار میں رسوخ حاصل تھا۔

"میری عمر! بھیا کیا پوچھتے ہو۔ اب کیا بتاؤں بس یہ جان لو کہ اس ناکاوے کو حضرت سلیمان کے دربار تک میں رسوخ حاصل تھا۔ ان کے آخری زمانے میں جب ہیکل کی تعمیر زوروں پر تھی اور حضرت عصا سے ٹیک لگائے، جنات کے کام کی نگرانی فرماتے تھے تو پرندوں کا جو غول ان کے سر پر سایہ فگن تھا اس میں یہ ناڑنا بھی تھا۔"[iv]

حضرت سلیمان کے دربار میں پرندوں کی موجودگی اور ان کا انسانوں کی طرح بات چیت کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ سورۃ نمل میں بیان ہے:

"(ترجمہ) اور سلیمانؑ کو داؤد کی وراثت ملی، اور انہوں نے کہا: "اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے، اور ہمیں (ضرورت کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ یقیناً یہ (اللہ تعالیٰ کا) کھلا ہوا فضل ہے۔"[v]

اس حوالے کو سامنے رکھا جائے تو اڑنگ بڑنگ کا پورن سے ہم کلام ہونا اس کی اس صفت کا مظہر ہے جس سے دربارِ سلیمانی کے پرندے متصف تھے اور جس کے بل پر وہ حضرت سلیمان سے کلام کرتے تھے۔ ناول میں اس پرندے کو معکوس علامت کے طور پر برتا گیا ہے۔ دربارِ سلیمانی میں حضرت سلیمان کو پرندوں کی بولیوں کا فہم حاصل تھا، وہ معروف تھے اور پرندے مجہول۔ ناول کی کہانی میں اڑنگ بڑنگ کو پورن کی بولی کا فہم ہے، وہ معروف اور پورن مجہول ہے۔ یوں پرندے کو انسان سے برتر دکھایا گیا ہے۔ جبکہ عہدِ سلیمانی میں پرندے انسان سے برتر بہر حال نہ تھے۔ مصنف نے ان تمثیلی واقعات اور انبیاء کے ذکر کو اس طرح اصل کہانی سے منسلک کیا ہے کہ زمانہ حال کا رابطہ ماضی

کے ساتھ جڑ گیا ہے اور آج کے واقعات و مسائل قدیم زمانے کے واقعات ہی کی تکرار محسوس ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر آدم زاد یعنی انسان کے ہاتھوں پرندے کی تذلیل اور حضرت سلیمان کی مسیحائی کا بیان نقل ہے:

> "پرندے نے تاسف کیا۔ مگر اُسے سلیمان کی ایک نیک خُو پرندہ بارے بتائی بات یاد آئی، پرندہ جو ایک بستی کو بھلائی بانٹنے پر مامور تھا۔ اور ایک دن اُسی بستی کے ہاتھوں مجروح ہو کر حضرت کے قدموں میں آ گرا تھا۔ حضرت نے اس کے زخموں کو اپنا لعاب چٹایا اور جب کچھ طاقت عود کر آئی تو اُسے اور دوسرے حاضر طیور سے مخاطب ہو کر فرمایا" خبردار تمہارا زخم کبھی تمہیں کمزور نہ کر دے اور جب کبھی آدم زاد تمہارے درپے ہو، تمہاری تذلیل کرے اور یاد رہے وہ اکثر ایسا کرے گا تو ملول نہ ہونا اور نہ ہی جی کو ڈھے جانے دینا۔[vi] "

اس حوالے سے مصنف نے انسان کی اس ازلی جبلت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے تحت وہ پرندوں اور جانوروں پر اپنی برتری و طاقت کا اظہار کرتا ہے۔ انسان ہمیشہ سے چرندوں اور پرندوں کو اپنی منفعت کے لیے استعمال کرتا ہے اور اس خاطر انہیں اسیر کر لیتا ہے۔ اصلاً انسان اور حیوان کے درمیان خطِ تفریق بھی یہی ہے کہ انسان آزاد ہے جبکہ حیوان پابہ زنجیر ہونے کے لیے ہی بنا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر انسان کا اشرف المخلوقات ہونا اس کے اسی فہم و شعور کی بدولت ہے جس کی بنا پر اسے جانوروں پر فوقیت دی گئی ہے اور چرند پرند اس کے زیر دست ہیں۔ لیکن ساتھ ہی قدرت انسان سے اس کے انسان ہونے کا خراج بھی مانگتی ہے جس سے حضرت انسان اکثر پہلو تہی کرتا ہے۔ انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے زیر دست، ماتحت، اسیر اور خود پہ منحصر وجود کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آئے اور بجائے ترشی و سختی کے ہر ممکن نرمی و شفقت روا رکھے۔ یہ رویہ صرف انسان ہی روا رکھ سکتا ہے، کسی حیوان سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وجہ یہی ہے کہ انسان کے سینے میں جذبات سے بھرپور دل رکھ دیا گیا ہے جبکہ جانور کا دل خون کا وہ لوتھڑا ہے جو اس کے افعالِ جسمانی کو منظم رکھنے میں معاون ہے۔ ایسے میں اگر انسان کے دل کا وظیفہ اصولِ فطرت کے مخالف ہو گا تو قلب حیواں و قلبِ انساں میں سر مو فرق نہ رہ جائے گا۔ تاہم انسان فطرتاً قانون قدرت کی مخالفت کرنے والا واقع ہوا ہے سو حضرت سلیمان سے منقول مذکورہ بالا حوالے میں بھی پرندے اور انسان کے مابین ہونے والے واقعے میں انسان کی زیادتی اس کی اسی افتادِ طبع کی مظہر ہے۔ مصنف نے اس اساطیری حوالے کو کہانی میں استعمال کرتے ہوئے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ وہ ایک عام کہانی کار نہیں بلکہ اس کی کہانی کی بنیاد فطرت کے قوانین و اصول مع تاریخی و تہذیبی حوالہ جات پر رکھی گئی ہے۔ مصنف نے حکایت در حکایت کی طرز اپناتے ہوئے کہانی کے مرکزی پلاٹ سے ضمنی قصوں کو اس طرح جوڑا ہے کہ یہ ضمنی قصے کل کا لازمی جزو معلوم ہوتے ہیں۔

ناول میں اڑنگ بڑنگ ایک اور حیثیت سے بھی سامنے آتا ہے۔ بقول اڑنگ بڑنگ حضرت ابراہیم" کے لیے دہکائی گئی آگ کو بجھانے والے ان پرندوں میں بھی وہ شامل تھا جو اپنی چونچ میں پانی بھر بھر کر لاتے تھے۔

اڑنگ بڑنگ کی اس حیثیت کی توثیق مذہبی حوالہ جات سے نہیں ہوتی۔ روایت کے مطابق جب حضرت ابراہیم نے نمرود کو دعوتِ اسلام دی اور صراطِ مستقیم کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی تو نمرود آپے سے باہر ہو گیا۔ وہ حضرت ابراہیم کی طرف سے پیش کیے گئے دلائل و براہین کا جواب نہ دے سکا اور ندامت و ذلت اس کا مقدر رہوئی۔ اس نے غضب ناک ہو کر حضرت ابراہیمؑ کو دہکتی آگ میں ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ اس ضمن میں سورۃ انبیا سے مذکور ہے:

> "ترجمہ: وہ (ایک دوسرے سے کہنے لگے: آگ میں جلاڈالو اس شخص (ابراہیمؑ) کو، اور اپنے خداوؤں کی مدد کرو، اگر تم میں کچھ کرنے کا دم خم ہے۔ -چنانچہ انہوں نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا اور) ہم نے کہا: اے آگ ٹھنڈی ہو جا، اور ابراہیم کے لیے سلامتی بن جا۔ ان لوگوں نے ابراہیم کے لیے برائی کا منصوبہ بنایا تھا، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انہی کو بری طرح ناکام کر دیا۔"[vii]

درج بالا حوالے سے واضح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے لیے جلائی گئی آگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھنڈی ہوئی۔ یہاں کسی پرندے، جانور حتیٰ کہ کسی انسان کی مساعی تک کا ذکر نہیں ملتا جو حضرت ابراہیمؑ کے لیے جلائی گئی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش میں معلوم ہو۔ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو آپؑ نے اللہ کی کفالت کو کافی سمجھا، اس کے علاوہ کوئی زائد مذکور نہیں۔ اس معاملے میں حضرت ابراہیمؑ نے براہِ راست اللہ سے مدد چاہی اور اللہ پر ہی بھروسہ کیا۔

روایت کے مطابق حضرت ابراہیم کو سپردِ آتش کرنے کے لیے ایک وسیع و عریض جگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں کئی روز مسلسل آگ دہکائی گئی۔ آگ کے شعلے اس قدر بلند تھے کہ اس سے پرندوں کی معمول کی پرواز میں تعطل آگیا اور آگ کے علاقے سے ان کا گزر ممکن نہ رہا۔ آگ کے اثر سے قرب و جوار کی اشیاء جھلس گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالا گیا[viii]۔ اس باب میں ایک حدیث قابلِ غور ہے۔

> عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم: ان ابراہیم لما القی فی النار لم یکن فی الارض دابۃ الا اطفات النارعنہ غیر الوزغ فانہا کانت تنفخ علیہ۔

> حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو زمین پر کوئی ایسا جانور نہ تھا جس نے آگ بجھانے کی کوشش نہ کی ہو سوائے چھپکلی کے، اور وہ اس میں پھونکیں مارتی جا رہی تھی۔"[ix]

اس حدیث میں "دابۃ" کے لفظ کی ذیل میں دنیا کے ان تمام جانوروں کا ذکر ہوا ہے جو زمین پر چلتے ہیں۔ پرندے اگرچہ آسمان میں اڑتے ہیں لیکن وہ زمین پر چلتے بھی ہیں اور بہ اعتبارِ نطق بھی وہ جانوروں کے ہی قبیل سے ہیں۔ اس اعتبار سے آگ کو بجھانے کے لیے چرند و پرند دونوں کو مساوی متصور کیا جا سکتا ہے تاہم مذکورہ بالا حدیث میں کسی پرندے کا کوئی خصوصی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی پرندوں کے ذکر کے لیے کوئی لفظ مذکور ہے۔ اس لیے مصنف کا اڑنگ بڑنگ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ نارِ نمرود کو بجھانے کی سعی میں پیش پیش تھا، ایک قیاس بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری جانب یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ لفظ "دابۃ" سے عام طور پر چوپایہ اور سواری کا جانور مراد لیا جاتا ہے لیکن حدیث میں چھپکلی کے ذکر سے اس لفظ کے معانی صرف چوپائے یا سواری کے جانور کی حد تک محدود نہیں کیے جا سکتے۔ اس اعتبار سے جب چھپکلی "دابۃ" کی ذیل میں آ سکتی ہے تو پرندے بھی آ سکتے ہیں۔ ممکن ہے ناول کے مصنف نے اسی حدیث کے حوالے کو بنیاد بنا کر ناول کے اساطیری کردار اڑنگ بڑنگ میں یہ صفت بیان کی ہو۔ یہ امکان بھی ہے کہ شاید کسی اور ضعیف حوالے مثلاً اسرائیلی روایات میں پرندوں کا نارِ نمرود بجھانے کا مذکور ہو تاہم قرآن و حدیث سے یہ واضح طور پر ثابت نہیں۔

درج بالا حوالہ جات کی رو سے اگرچہ اڑنگ بڑنگ کی وہ حیثیت بعینہٖ ثابت نہیں ہوتی جو ناول میں مذکور ہے تاہم اپنے تئیں اڑنگ بڑنگ ان جانوروں سے مصاحبت کا دعویٰ کرتا ہے جو کارِ خیر کی تعمیل کرتے رہے ہیں۔ ساتھ ہی وہ پرندوں کی فطرت میں پنہاں جذبہ وفا کی غمازی بھی کرتا ہے۔ اسی جذبے کی بنا پر وہ ہر سرد و گرم میں پورن کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ پرندہ پورن کو مزید اپنی حیات اور بعد الموت کی کہانی سناتا ہے کہ کس طرح ایک قصاب نے اُس کا بار بار مثلہ کیا۔ اور وہ بار بار جنم لیتا رہا ہے اور اس بار بار کی قضا سے بچنے کے لیے وہ پرندہ فنا و بقا یعنی زندگی سے اپنا رشتہ جوڑ لیتا ہے۔ پرندہ پورن کی نظر میں اس وقت مزید معتبر ہو جاتا ہے جب وہ اُسے بتاتا ہے کہ وہ قبلائی خان[x] کی مِت میں رہنے کے لیے بار بار جنم لیتا ہے۔

"پرندہ جس نے فقط اپنے بادشاہ میدان مارشل قبلائی خان کی مِت میں رہنے کو بار بار جنم لیا تھا، بارہا جو میٹھی نیند سے اٹھ کر دنیائے دوں میں چلا آیا۔ جسے اُس خاک میں موجود مِت کی آرزو کی پتن بار بار جنم دیتی رہی تھی۔"[xi]

روایت کے مطابق قبلائی خان "رخ" نامی پرندے کا ایک پر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حکایاتِ الف لیلیٰ میں یہ واقعہ مار کو پولو سے مذکور ہے۔ رخ عقاب کے خاندان کا وہ جسیم پرندہ ہے جو اپنی خوراک کے لیے ہاتھی جیسے بڑے جانوروں کو بھی بآسانی شکار کر لیتا تھا۔ قبلائی خان نے مشرقی افریقہ کے ساحل سے اس پرندے کا پر حاصل کیا جسے قبلائی کی طاقت کا مظہر گردانا جاتا ہے۔[xii]

اس تناظر میں دیکھیں تو اڑنگ بڑنگ خود کو اس رخ کا وہ پر تصور کرتا ہے جو قبلائی خان کے پاس ہے۔ بہ الفاظِ دیگر اس کی قوتِ پرواز قبلائی کے زیرِ دست ہے۔ وہ قبلائی خاں کی اس جرات سے متاثر ہے کہ جو ایک انسان کو ایک پرندے پر غالب رکھتی ہے اور اسی جرات کو کشید کرنے کے لیے وہ قبلائی کی مصاحبت اختیار کرنا چاہتا ہے جس کے لیے وہ بار بار جنم لیتا ہے۔ پورن کے نزدیک وہ پرندہ نہایت قابل قدر ہے کہ جسے اس کی خاک میں موجود مصاحبت کی آرزو کی لگن بار بار جنم دیتی رہی تھی۔

ناول کے دوسرے باب میں مصنف نے آئیکارس (Icarus) کا ذکر کیا ہے اور اس انسان نما پرندے کی زبان کے توسط سے تمام انسانوں پر گہرا طنز کیا ہے۔ آئیکارس یونانی اساطیر کا ایسا کردار ہے جس کے ذریعے موجوداتِ عالم کو ودیعت کردہ طاقت اور اس طاقت کے استعمال کی حدود و قیود کے تعین کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آئیکارس کی کہانی اس ضمن میں خصوصی دلچسپی کی حامل ہے کہ اس میں انسان کے لیے تعین کردہ حدود کو پامال کرنے کی سزا سبق آموز ہے۔ روزِ ازل سے تادمِ حاضر جس وجود نے بھی قدرت کی طرف سے لاگو کی گئی حدود کو پامال کرنے کی کوشش کی، تباہی اس کا مقدر ٹھہری۔

اساطیری روایت کے مطابق ڈیڈلوس ایتھنز میں رہائش پذیر ایک دستکار تھا جس نے Talus[xiii] نامی آہنی مجسمے کو ایتھنز میں واقع ایک پہاڑی سلسلے آرکوپولیز (Acropolis) سے دھکا دے دیا اور یوں قتل کا مرتکب ٹھہرا تاہم اس کا یہ فعل غیر ارادی تھا۔ اس موقع پر اتھینا دیوی (Athena)[xiv] اس کی مدد کو آئی اور اسے پرندے کا روپ دے کر محفوظ کر لیا۔ ڈیڈلوس کی حیثیت اب ایک قاتل کی تھی اس لیے اسے جزیرہ Crete[xv] میں پناہ لینی پڑی۔ وہاں ڈیڈلوس نے جزیرے کے بادشاہ میناس (King Minos) کے محل میں کام شروع کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔ وہاں اس کی شادی بادشاہ کی ملازمہ Naucrate سے ہوئی جس نے آئیکارس کو جنم دیا۔ شاہ میناس نے ڈیڈلوس کو حکم دیا کہ وہ شاہ کی اولاد Minotaur[xvi] (بیل کے سر اور انسانی دھڑ والی مخلوق) دنیا کی نظر سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک مناسب مکان تعمیر کرے۔[xvii]

روایت کے مطابق شاہ میناس کو دیوتا Poseidon xviii نے ایک سفید رنگ کا بیل بھیجا کہ وہ اس کی قربانی کرے لیکن شاہ میناس کو وہ بیل اتنا پسند آیا کہ اس نے اس کی قربانی کرنے کی بجائے اسے زندہ رکھنے کو ترجیح دی۔ Poseidon دیوتا اس بات پر غضبناک ہو گیا اور اس نے نتیجے کے طور پر شاہ میناس کی بیوی پیسیفائی اور اس بیل کے درمیان جنسی روابط کی راہ ہموار کی جس کے نتیجے میں پیسفائی نے ایک خوف صورت مخلوق Minotaur کو جنم دیا۔ Minotaur کا جسم مردانہ جبکہ اس کا سر بیل کا تھا۔ شاہ میناس لوگوں پر یہ راز عیاں نہ کرنا چاہتا تھا اسی لیے اس نے Minotaur کے لیے قید خانہ تعمیر کروایا۔xix

ڈیڈلوس نے Minotaur کے لیے کوئی تنگ و تاریک قید خانہ بنانے کی بجائے ایک ایسی ہوادار اور روشن عمارت بنائی کہ جس میں داخل ہونا تو آسان تھا لیکن اس عمارت سے باہر آنا بہت مشکل تھا۔ یوں Minotaur کی محل میں موجودگی ایک راز ہی رہی کیونکہ کیوئی بھی اس کے وجود کو نہ کھوج سکا۔ Minotaur کے لیے مطلوبہ عمارت تعمیر کروانے کے بعد شاہ میناس نے ڈیڈلوس اور اس کے خاندان کو نظر بند کر دیا تاکہ Minotaur کا راز ہمیشہ راز ہی رہے۔ ڈیڈلوس کو اس قید سے نجات کے لیے کسی ایسے منصوبے پر عمل درآمد کی ضرورت تھی جس میں سمندری سفر درپیش نہ ہو کیونکہ اس کے پاس اس کے وسائل نہ تھے۔ اس کا واحد حل یہ تھا کہ آسمان میں پرواز کرتے ہوئے اس جزیرے کو خیرباد کہا جائے۔ ڈیڈلوس نے پرندوں کے پر اکٹھے کرنے شروع کیے اور انہیں موم کی مدد سے جوڑ کر اپنے اور اپنے بیٹے کے لیے پروں کے جوڑے تیار کیے۔ جب اڑان بھرنے کا وقت آیا تو ڈیڈلوس نے آئیکارس کو خصوصی ہدایت دی کہ وہ دورانِ پرواز سورج کے اتنا نزدیک نہ جائے کہ اس کے موم کے پر جل جائیں۔

آئیکارس کو پرواز کے لیے یہ ہدایات دراصل انسان کے اندر اس توازن کی علامت ہیں جو اس کائنات میں اس کے وجود کے استحکام کے لیے لازم ہے۔ اگر سورج کے انتہائی قریب اڑا جائے تو پر جل جانے کا خطرہ ہے اور اگر بہت فاصلے پر اڑا جائے تو ہوا کی کمی اور نمی اڑان میں مانع ہوتی ہے۔ دونوں صورتیں پرواز میں مد نہیں۔ اس اسطور کے ذریعے انسان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ غیر ضروری تلطف کے لیے اپنی پرواز خراب نہ کرے۔ لیکن آئیکارس اس رمز کو نہ پا سکا۔ جب آئیکارس نے فضا میں پرواز کی سورج کی حرارت سے اس کے پر پگھل گئے اور وہ آسمان سے نیچے گر گیا اور اس طرح اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس اسطور کے مقابل sophrosyne کی اسطور مستعمل ہے جو یونانی اساطیر کے مطابق ذہنی و جذباتی استحکام و توازن کی دیوی کا نام ہے۔ گویا انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ اس دیوی کے خصائص کو اپنی طبیعت کا حصہ بنائے۔[xx]

اڑنگ بڑنگ پورن سے کلام کرتے ہوئے اسے طنز کا نشانہ بناتا ہے اور پورن کی آڑ میں تمام انسانوں پر طنز کرتا ہے۔ اڑنگ بڑنگ کا کہنا ہے کہ ان انسانوں سے اچھا تو وہ پرندی یعنی آئیکارس ہے جس نے محدود زندگی کے مقابل بلند پروازی کی موت پسند کی۔ آئیکارس جب تک

انسان تھا، محدود تھا۔ جب اسے پر لگے، وہ پرندہ ہوا، اس کی پرواز بھی بلند ہو گئی۔ گویا انسان کی بلند پروازی پرندوں کے مقابلے میں کم تر ہے۔ انسان کم ہمت ہے۔ پرندوں کے پروں میں اڑان کی طاقت انسانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ پرندوں کی نگاہ انسانوں کی نگاہ سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ پرندوں کی دنیا انسانوں کی دنیا سے کہیں زیادہ بسیط ہے۔ ناول میں آئیکارس "اشرف" کے لفظ سے مذکور ہے۔ اڑنگ بڑنگ آئیکارس کا ذکر یوں کرتا ہے:

> "پرندہ بدبدایا:
> "میں کیسے مان لوں اسے اشرف"۔۔۔
> "ہاں ایک آدمی تھا تم میں اشرف۔ آئیکارس (Icarus)۔ مگر وہ ایک پرندہ آدمی (Bird Man) تھا اور آدم زاد سے سخت بیزار۔ اسی لیے اس نے پرندے کی موت مرنا پسند کیا اور آدم زاد سے نکل کر متھ میں چلا گیا۔"[xxi]

آئیکارس کے لیے لفظ "اشرف" اس امر کا مظہر ہے کہ ناول میں آئیکارس کی مروجہ علامت کو معکوس انداز میں برتا گیا ہے۔ آئیکارس شاہ میناس کی سختی سے تنگ آکر اس کے زندان سے پرواز کر گیا یہاں تک کہ سورج کے قریب پہنچ کر ہست سے نیست میں بدل گیا لیکن اسے آدم کی مصاحبت کے مقابلے میں یہ نفی قبول تھی۔ اس کی اس نفی کو عام طور پر اس کی حکم عدولی اور حد شکنی کی سزا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مصنف نے آئیکارس کو انسان کے لیے نشانِ عبرت نہیں گردانا بلکہ اس کے عزمِ پرواز کو انسان کے لیے مثالی قرار دیا ہے۔ مصنف کا اس علامت کو روایت سے ہٹ کر برتنا اس امر کا غماز ہے کہ انہوں نے نے اساطیری روایات کو جامد نہیں بلکہ متحرک سمجھا ہے اور اسی تحریک کی بنا پر انہوں نے آئیکارس کی کہانی کے عبرتناک پہلو کو حوالہ نہیں بنایا جیسا کہ عام طور پر ادب میں مستعمل ہے بلکہ وہ آئیکارس کی ذات میں اونچا اڑنے کی لگن کو ایک مثبت جذبے کے طور پر سامنے لاتے ہیں۔ روایت سے یہ انحراف اسلم سراج الدین کے ہاں بنے بنائے راستوں پہ سفر کرنے کے چلن کی نفی کا واضح اظہار ہے جو انہیں دیگر فکشن نگاروں سے ممتاز کرنے کے لیے کافی ہے۔

مصنف نے ناول میں یونانی اسطور قنائے کو بطور کردار پیش کیا ہے۔ روایت کے مطابق قنائے دیوی (Cyane) نے Hades[xxii] کو Persephone[xxiii] دیوی کے اغوا سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہی۔ اپنی ناکامی پر اس نے اس قدر آنسو بہائے کہ وہ اپنے ہی انسوؤں میں غرق ہو گئی۔ ایک اور روایت کے مطابق قنائے ایک چشمے کی جل پری تھی جس کا تعلق Syracuse[xxiv] کے قصبہ Sicilian سے تھا۔ جب قنائے دیوی نے دیوتا Hades کو Persephone دیوی کا اغوا کرتے دیکھا اور اسے روکنے کی کوشش کی تو دیوتا Hades نے اسے ایک سیال مادے میں بدل دیا۔[xxv]

ناول میں قنائے کا کردار اپنے نام اور مقام دونوں لحاظ سے منفرد ہے۔ مصنف نے اسے درج بالا اسطور کی نسبت قدرے مختلف زاویے سے برتا ہے۔ ناول کے مطابق دیوی دیوتاؤں نے انسانوں کی دنیا میں قنائے کو اپنا پیغام رساں مقرر کیا ہے۔ قنائے چچا مکتوم[xxvi] کی معلمہ رہ چکی ہے۔ چچا مکتوم نے اس سے جادو کی تعلیم لی تھی۔ چچا مکتوم کی یہ معلمہ بے پناہ حسن کی مالک ہے۔ پورن چچا سے قنائے کے بارے میں استفسار کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں:

"مگر چچا وہ کون تھی آخر۔۔۔؟
تمہیں پوچھنا ہی چاہیے یہ سوال۔ اگر میں کہوں کہ وہ خانہ بدوش تھی، قسمت کا حال بتانے والی ایک آوارہ گرد تو تم مان لوگے۔۔۔۔۔ لیکن اگر میں کہوں کہ وہ دیوتاؤں کی وقائع نویس تھی تو تم نہیں مانوگے۔ تم کیا کوئی بھی نہیں مانے گا اگرچہ میں پورے یقین علم عین اور حق پر بھی فائق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ یہی تھی، دیوتاؤں کی وقائع نویس۔[xxvii] "

چچا مکتوم پورن کو بتاتے ہیں کہ دیوی دیوتاؤں کے مطابق کائنات کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ اور اس کائنات میں بسنے والے انسان اپنے وقار سے گرتے جا رہے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسانی شورہ پستی کو کم نہیں ہونا بلکہ مزید بڑھنا ہے یہی وجہ کہ دیوی دیوتا قنائے کو انسانوں کے درمیان چھوڑ جاتے ہیں کہ جوں ہی حالات کچھ موافق ہوں وہ فوراً ان کو مطلع کرے:

"عجب نہیں کہ ایک ایسا وقت آئے کہ انسان کو انسانی حدود میں رکھنے کے لیے ہر ایک انسان پر ایک خدا درکار ہو۔ بس اسی وقت کے انتظار میں وہ سب دیوی دیوتا بو جھل دل سے اپنا تعطل / تعطیلات بسر کرنے کچھ اولمپس کچھ پارناسس تک محدود ہو گئے۔ مگر ایسا کرنے سے پہلے اسے، اس قنائے، سحریات میں میری معلمہ کو مبصر اور مشاہد بنا کر انسانوں کے درمیان چھوڑ گئے کہ جونہی حالات موافق ہوں وہ آکر اطلاع دے۔[xxviii] "

قنائے ایک پر اسرار کردار ہے۔ بقول چچا مکتوم جو وہ کہتی تھی، واقع ہو جاتا تھا۔ اس کا سحر اس کا محافظ بھی تھا۔ چچا مکتوم کا دوست کیم قنائے کے حسن بے مثال کو اپنے کیمرے میں محفوظ کرنا چاہتا ہے تو وہ ناکام رہتا ہے۔ کیوں کہ قنائے کا عکس کیمرے میں نمودار نہیں ہوتا۔ یہاں قنائے کی ساحرانہ شخصیت اور اس کے حسن کو مدِ نظر رکھیں تو اس سے متعلقہ ایک اور روایت مصنف کے خیال کے قریب تر محسوس ہوتی ہے۔

اساطیر کی دوسری روایت کے مطابق قنائے (Qianye) دیوتاؤں کی سلطنت کے بادشاہ برہما کی بیٹی ہے اور مذکورہ سلطنت میں قنائے کی پہچان "شاہی دیوی برہما" کے نام سے ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ اپنے ساحرانہ حسن کے بل پر امور سلطنت سنبھال لے۔ قدرت نے اس کے سر کو ایک مخصوص انداز میں تخلیق کیا ہے جو سنہرے لمبے اور گھنے بالوں کی بدولت ہمہ وقت چمکتا رہتا ہے۔ اس کے آدھے بال اس کے کندھوں تک آتے ہیں جبکہ باقی بال گھٹنوں تک جھولتے رہتے ہیں۔ ایک نرم سنہری چمڑے کا لباس اس کے جسم کے ساتھ چپکا ہوا ہے جو اس کے بدن کے مختلف زاویوں کی خوبصورتی کو عیاں کرنے میں مددومعاون ہے۔ اس کی شخصیت میں ایسا جادو ہے کہ اسے دیکھنے والا خواہ کیسی ہی نیت اور کیسی ہی نظر سے دیکھے، اس کا اسیر ہو ہی جاتا ہے۔ قنائے نے بچپن ہی میں اپنے استاد Gu Zhu سے بہت سے فنون سیکھے جس میں ایک فن خود کو حاضر سے غائب کر کے حاضر کا مشاہدہ کرنا اور خود کو نامساعد حالات سے بچالینا بھی ہے۔ اس نے اپنے استاد سے یہ بھی سیکھا کہ کس طرح قدرت کی ودیعت کردہ طاقتوں کا اخفا کر کے ایک عام زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ ساتھ ہی اسے جنس مخالف کو زیر کرنے کی بھی خصوصی تربیت دی گئی اور وہ جنسِ مخالف کی کشش کے سامنے بے بس نہیں ہوتی۔ اسے عطریات کشید کرنے اور ان کی مدد سے مختلف عملیات کے وقوع میں ملکہ حاصل ہے۔[xxix]

ناول میں قنائے کا کردار صرف حسن کی جلوہ گری تک محدود نہیں بلکہ مصنف نے حسن کے ساتھ ساتھ قنائے کے عاقلانہ وصف کو بھی اجاگر کیا ہے۔ اگرچہ مصنف کا قنائے کے کردار کو برتنے کا انداز مختلف ہے لیکن اس کی بنیاد مذکورہ بالا اسطور پر ہی رکھی گئی ہے۔ اس کردار کے بارے میں شاہد جمیل لکھتے ہیں۔

> "ناول۔۔۔ کا سب سے پُر اثر اور زندہ وجاوید کردار قنائے ہے۔ جس کی مثال قدیم وجدید متھ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ عجیب وغریب کردار جس کا خمیر ہمارے قرب وجوار سے اٹھا ہے اپنے اندر جان اور بے جان کی دوئی کو ختم کرنے پر قادر ہے۔ اور مائتھالوجی کے رستے ناموجود کے موجود کا پتہ دیتا ہے۔ اپنی ہیئت وماہیت کے اعتبار سے ہی یہ کردار منفرد نہیں بلکہ نام و کردار کے اعتبار سے بھی unique ہے۔ "[xxx]

اسلم سراج الدین نے ناول میں نو یونانی دیویوں (Muses) کے ایک گروہ کا بالعموم اور اس گروہ میں سے Clio کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ اس گروہ میں شامل نو دیویاں مختلف انفرادی خوبیوں کی حامل ہیں جن کے خصائص مختصراً درج ہیں:

Thalia خوشی کی دیوی

Urania جنت کی دیوی

Melpomene نغمہ سرائی کی دیوی

Polyhymnia مقدس شاعری کی دیوی

Erato رومانوی شاعری کی دیوی

Erato خوش الحانی کی دیوی

Clio تاریخ کی دیوی

Euterpe بانسری نواز دیوی

Terpsichore رقص کی دیوی[xxxi]

کلیو (Clio) تاریخ کی دیوی ہے اور وہ چچا مکتوم کو اپنے ساتھ کی پیشکش کرتی ہے۔ وہ چچا سے کہتی ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے اور جب بھی چچا اسے یاد کریں گے وہ حاضر ہو جائے گی۔

> "بھئی واہ! کیا ہی بھلے مانس بوبک ہو تم، کیا جانتے ہیں میں ایک دیوی، ایک میوز بھی ہوں اور میرا نام کلیو (Clio) ہے۔۔۔۔۔۔ میں یہاں ہوں۔۔۔ وہاں ہوں ہر جگہ حاضر ناظر۔۔۔ اپنی مرضی کی مالک نا۔ کال گرل نہیں کہ کوئی سیٹی مارے تو اس کے بستر پر۔۔۔ ہاں میوز کلیو (clio) جب بھی یاد کرو، تمھارے دکھ کا دارو لے کر آئے گی۔۔۔ البتہ تاریخ سے ملنا چاہو تو اس کا جوپارہ پڑھو۔"[xxxii]

اسلم سراج الدین نے ناول میں یونانی اساطیر کے ایک اہم کردار Aphrodite[xxxiii] کا ذکر مکرر کیا ہے۔ ناول کا پہلا پورا باب اس دیوی کے نام پر ہے۔ "افرودتی اور گنوار کی ساس"۔

یونانی اساطیر کے مطابق ایفروڈائٹ جنسی محبت اور حسن کی دیوی ہے جس کا تعلق اہلِ روم کی وینس (Venus) سے ہے۔ یونانی لفظ *aphros* کا مطلب "جھاگ" ہے۔ یونانی مفکر ہیسڈ کے مطابق ایفروڈائٹ سیارہ یورینس (Uranus) کے نطفوں کی جھاگ کی پیداوار

ہے۔ ایفروڈائٹ کو سمندری دیوی کے طور پر پوجا جاتا تھا۔ سپارٹا (Sparta)، (تھیبیز) Thebes، (قبرص) Cyprus (اور دیگر کئی مقامات پر ایفروڈائٹ کو جنگ کی دیوی کے طور پر بھی پوجا جاتا تھا۔ تاہم اس کی بنیادی پہچان محبت اور زرخیزی کی دیوی کے طور پر ہی کی جاتی ہے۔ کبھی کبھار اسے شادی بیاہ کے معاملات کی صدارت کے لیے بھی متصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ طوائفیں ایفروڈائٹ کو اپنا سرپرست متصور کرتی تھیں تاہم عوامی رائے کے مطابق ایفروڈائٹ پاک دامن دیوی تھی۔ بعض مفکرین کا خیال ہے کہ یونان میں ایفروڈائٹ کی پوجا مشرق کی تقلید میں شروع ہوئی۔ ایفروڈائٹ کی بہت سی صفات مشرقِ وسطی کی دیویوں Astarte[xxxiv] اور Ishtar[xxxv] سے مماثل ہیں۔ ہومر نے اسے Cyprian کہا ہے۔ جزیرۂ قبرص نے ایفروڈائٹ کی عبادت کے حوالے سے شہرت پائی لیکن اس سے قبل بھی ہومر کے تحریری حوالوں کی روشنی میں وہ(مشرقی نہیں بلکہ) یونانی ہی تھی۔ ہومر کے مطابق وہ آسمانی دیوتا زیوس اور ڈایون (Dione(کی بیٹی تھی۔ اوڈیسی کے حصہ ہشتم میں ہومر نے لکھا ہے کہ دیوتا Hephaestus[xxxvi] کے ساتھ ایفروڈائٹ کا کوئی جوڑ نہیں تھا اس لیے وہ اپنا زیادہ وقت جنگ کے خوبصورت دیوتا ایریز) Ares[xxxvii](کے ساتھ گزارتی تھی۔ ایریز سے اس کے ہاں ہارمونیا) Harmonia[xxxviii]، (فوبوس (Phobos)[xxxix]، ڈائی موس[xl] (Deimos) اور محبت کا دیوتا ایروز[xli](Eros) پیدا ہوا۔ علاوہ اس کے Anchises نامی چرواہے سے اس کے ہاں Aeneas اور Adonis[xlii] کی پیدائش ہوئی۔ ایفروڈائٹ کے بڑے معبد خانے قبرص اور کارنتھ میں تھے۔[xliii]

مصنف نے افرودتی (Aphrodite) کا ذکر پہلے باب کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جس علاقے میں پورن اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہے وہاں اس دیوی کو مقدس اور رزق میں فراوانی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ مصنف اس دیوی کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

> "افرودتی، ہاں یہ وہی تھی، کمر میں وہ معروف حلقہ پہنے جس کی سحر انگیزی سے کوئی نکل نہیں سکتا۔ ایک ہاتھ پیچھے کیے قامت میں سنگِ مرمر کی اس چھوٹی پہاڑی سے بھی کچھ نکلتی ہوئی، جس کے سہارے وہ کہنی کے بل ایستادہ تھی۔ فاختاؤں کا ایک جھنڈ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا۔ اپنی سفید زندگی میں وہ زندگی سے زندہ تر۔"[xliv]

ناول میں مذکورہ بالا علاقے کے لوگ اس دیوی کو اپنے لیے مبارک خیال کرتے ہیں کہ جس کی بدولت ان کے ہاں دودھ اور رزق کی فراوانی ہے:

"سب حمد و مناجات اس دیوی کے لیے جس نے دھرتی کو دودھ سے بھر دیا اور ہر بھجن اس کی چھاتیوں کے لیے جن کی صحت مندی کی ہم پر دیا ہوئی اور ہماری گھاٹیاں اور گھر آنگن دودھ سے لبریز ہو گئے اور جب ناقدین اور پستوؤں کے تھن چھلک اٹھے، پوپیاسے آشفتہ جسم و روح سیراب ہو گئے۔"[xlv]

اسلم سراج الدین کا ناول میں ان اساطیر کا بر محل استعمال روایت سے ان کے رشتے کی مضبوطی کا مظہر ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے ناول کا خمیر صرف عصری واقعات سے کشید نہیں کیا بلکہ اس میں روایت کا مطالعہ بھی اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔ علامتی فکشن نگاری کا رواج اگرچہ بہت سے مصنفین سے مخصوص ہے لیکن اکثر کے ہاں علامات کا دائرہ محدود ہے اور ان کی علامتیں ان کے اپنے عصری عہد کی دین ہیں۔ اسلم سراج الدین کے ناول میں اساطیر کو بنیاد بنا کر علامتیں وضع کی گئی ہیں جس سے ان کے ہاں تاریخ و تہذیب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں "اڑنگ بڑنگ" کی علامت کی مثال لی جا سکتی ہے جس کی بنت میں حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم کے عہد کے پرندوں کی خو موجود ہے اور یہی نسبت اسے عصری عموی علامت سے ممتاز کرتی ہے۔

ناول میں مستعمل اساطیر میں جمود نظر نہیں آتا۔ مصنف نے کسی بھی اسطور کو صرف حوالے کے طور پر یا صرف حکایت در حکایت کے تناظر میں استعمال نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان اساطیر پر اپنے کرداروں کی بنت کی ہے۔ یہاں "اڑنگ بڑنگ" کو ہی علامت سے بر طرف ایک کردار کی حیثیت سے دیکھ لیں۔ علامت کی حیثیت ایک نشان کی سی ہے لیکن کردار متحرک ہے۔ یہ کردار پورے ناول میں محوِ کلام رہتا ہے اور اس کے کلام میں صرف ماضی نہیں بلکہ حال بھی ملتا ہے جو اس کردار کے متحرک ہونے کی نشانی ہے۔ اسی طرح "قنائے" کا کردار بھی ایک اسطور کا اسم بامسمیٰ ہے۔ قنائے کا عامل سحر اور حسن ناول میں ہمہ وقت اسی طرح متحرک نظر آتا ہے جس طرح اس اسطور سے وابستہ ہے۔ پھر ایفروڈائٹ دیوی پر اگرچہ کسی کردار کو تخلیق نہیں کیا گیا لیکن ناول کے کچھ کرداروں کی سوچ میں ایفروڈائٹ سے وابستہ عقائد کا در آنا اور ان عقائد کی پیروی و تعمیل اس اسطور کے زندہ ہونے کا مظہر ہے کیونکہ مردہ اساطیر کو صرف حوالے کی سطور کے طور پر ہی بیان کیا جاتا ہے اور انہیں ساکن تصور کر کے ہی کہانی کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ لیکن ایفروڈائٹ پر کہانی کے اہم کرداروں کا یقین اور اس اسطور کی روشنی میں اپنے اعمال و افعال کی انجام دہی اس اسطور کے عامل و فاعل ہونے کا اظہار ہے۔ مذکورہ ناول کے اساطیر ساکن یا جامد نہیں بلکہ کسی نہ کسی طور متحرک نظر آتے ہیں، کبھی کسی باقاعدہ کردار کی صورت میں تو کبھی کسی کردار کے افعال و اقوال اور فہم و شعور میں ان کے وجود کی تحریک ملتی ہے۔

اسلم سراج الدین اپنے معاشرے کے قاری کی قرات متن کے درجات سے واقف ہیں اور اس بات کو جانتے ہیں کہ عام قاری کا فہم ان اساطیری حوالہ جات کو آسانی سے نہیں سہار سکتا۔ ایسے میں ناول میں ان اساطیر کی شمولیت ان کی نثر کو ایک خاص رنگ عطا کرتی ہے جسے کچھ

مخصوص قارئین ہی پہچان سکتے ہیں۔ ان کا یہ اندازِ تحریر ان کے قاری سے ژرف نگاہی کا متقاضی ہے اور بطور مصنف ان کا یہی تقاضا انہیں ان عام مصنفین سے الگ کرتا ہے جو مقبولیت کے حصول کے لیے خود فہمی کے سارے مدارج قاری کو خود ہی طے کروا دیتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[i] سلیم الرحمٰن۔ فلیپ۔ اسلم سراج الدین، تلاشِ وجود در اطراف چند۔۔ کوشش محض (، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2016ء)

[ii] سوزان کے لینگر، زندہ علامتیں: اساطیر کا سرچشمہ (مترجم: زاہد ڈار)، مشمولہ: پروفیسر عتیق اللہ (مرتب)، تنقید کی جمالیات (تصورات)، جلد: 8، (بک ٹاک، میاں چیمبرز، ٹمپل روڈ، لاہور، 2018ء)، ص: 120

[iii] پورن نامی نوجوان لڑکا ناول کا مرکزی کردار ہے جو تمام ابواب میں فعال نظر آتا ہے۔ ناول کی کہانی پورن ہی کے توسط سے قاری تک پہنچتی ہے۔ ناول کے آغاز سے ہی پتا چلتا ہے کہ پورن ایک طالب علم ہے اور اسے اپنے کسی امتحان کے سلسلے میں سفر درپیش ہے۔ پورن کو بنسی پور جانا ہے۔ دورانِ سفر اس کا گزر ایک قبرستان سے بھی ہوتا ہے۔ اس سفر کے دوران اس کی ملاقات دیگر کرداروں سے ہوتی ہے۔ وہ ہر کردار کی کہانی سنتا ہے اور ہر کہانی اس کے ایک عام سفر کو تلاشِ وجود و تلاشِ حق کے سفر میں تبدیل کرنے میں ممد ثابت ہوتی ہے۔

[iv] اسلم سراج الدین، تلاشِ وجود در اطراف چند، (الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2016ء)، 80۔

[v] القرآن، سورۃ نمل، آیت 17، 16، 15، سورۃ رکوع: 2، پارہ: 19، پارہ رکوع: 15 (آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2011، ص: 1148)

[vi] اسلم سراج الدین، تلاشِ وجود، 22

[vii] القرآن۔ سورہ الانبیا۔ آیات 68-69-70۔ پارہ: 17، سورۃ رکوع: 5، پارہ رکوع: 5۔ (آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، 2011، ص: 1000)

[viii] واقعہ یوں ہوا کہ انہوں نے ہر ممکن جگہ سے ایندھن جمع کرنا شروع کر دیا اور ایک مدت تک اکٹھا کرتے رہے، نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اگر کوئی عورت بیمار ہوتی تو یہی نذر مانتی کہ اگر مجھے شفا ہو گئی تو ابراہیم کو نذرِ آتش کرنے کے لیے اتنا ایندھن دوں گی۔ پھر انہوں نے ایک وسیع ہموار جگہ میں وہ تمام ایندھن رکھ کر اسے آگ لگا دی۔ آگ روشن ہوئی، بھڑکی اور اس کے شعلے بلند ہو گئے۔ اس سے اتنی بڑی بڑی چنگاریاں اڑنے لگیں جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھی تھیں۔ تب انہوں نے حضرت ابراہیم کو ایک منجنیق میں رکھا جو "ہیزن" نامی کے ایک "کردی" آدمی نے بنائی تھی۔ یہ آلہ

سب سے پہلے اسی شخص نے بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔ پھر لوگوں نے آپؑ کو پکڑ کر باندھ دیا اور مشکیں کس دیں۔ اس وقت آپؑ یہ فرما رہے تھے: لا الہ الا انت سبحانک رب العالمین لک الحمد ولک الملک لا شریک لک۔

(اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہی، تو پاک ہے، جہانوں کے مالک! تیری ہی تعریف ہے، تیری ہی بادشاہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں) جب حضرت ابراہیمؑ کو ہاتھ پاؤں باندھ کر منجنیق میں رکھا گیا اور اس کے ذریعے سے آگ میں پھینکا گیا تو آپؑ فرما رہے تھے:

حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) ۔بحوالہ: امام ابوالفدا ابن کثیر (مولف) البدایہ والنہایہ (ماخوذ قصص الانبیاء)، دارالسلام، 36 لوئر مال لاہور، ص: 165-166

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: " حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔" یہ بات ابراہیمؑ نے اس وقت فرمائی تھی جب انہیں آگ میں پھینکا گیا۔ (صحیح بخاری، حدیث: 4563- 4564)

[ix] مسند احمد، جلد 6، ص: 83، حدیث: 24578

[x] قبلائی خان (پیدائش: 1215- وفات: 1294) منگول نسل سے تعلق رکھنے والا جنگجو و فاتح تھا جس نے ملک چین کی بنیاد ڈالی اور اس کا پہلا حکمران ٹھہرا۔ قبلائی خان نے 1260 سے 1294 تک منگول بادشاہت کے پانچویں حکمران کی حیثیت سے حکومت کی۔ چین میں اس کی حکومت 1271 میں قائم ہوئی جو 1294 میں اس کی وفات کے وقت تک قائم رہی۔

[xi] اسلم سراج الدین، تلاشِ وجود، 21

[xii] https://www.britannica.com/topic/roc-legendary-bird

[xiii] ایک آہنی مجسمہ جو جزیرہ Crete کی حفاظت کرتا تھا اور اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ جزیرے کی طرف آنے والے ان چاہے اجنبی مسافروں اور جہازوں پر پتھر پھینکتا تھا۔ اسے دستکاروں کے دیوتا Hephaestus نے تخلیق کیا تھا۔ امکان ہے کہ دیوتا سے پیشہ ورانہ رقابت محسوس کرتے ہوئے ڈیڈلوس نے اس مجسمے کو پہاڑ سے دھکا دے دیا۔

[xiv] ایتھینا (Athena)) کے ہجے Athene کے بھی ملتے ہیں۔ یونانی اساطیر کے مطابق ایتھینا دیوی شہر کی محافظ ہے، جنگ، دستکاریوں، منطق کی دیوی ہے۔ ایتھنا کی کوئی اولاد تھی نہ ہی اس کا کوئی جنسی ساتھی تھا۔ اس کی پارسائی بے مثل سمجھی جاتی تھی۔ جنگی دیوی ہونے کی نسبت وہ خاصی مضبوط تھی اور وہ محلات کی دیوی تھی اس لیے اس کی حیثیت مسلمہ تھی۔

[xv] یونان کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ گنجان آباد جزیرہ ہے۔ دنیا کے جزائر میں بہ اعتبارِ علاقہ اس جزیرے کا نمبر 88 ہے جبکہ بحرِ روم کے جزائر میں یہ پانچواں بڑا جزیرہ ہے۔

[xvi] J.E. Cirlot, A Dictionary of Symbols, (Routledge, London, 1971), 210

[xvii] https://greekreporter.com/2022/09/08/story-daedalus-icarus-fall/

[xviii] سمندر، زلزلوں اور گھوڑوں کا دیوتا۔ Poseidon کا مطلب زمین کا دولہا ہے۔ مجازی طور پر اس دیوتا کو زمین کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ یونانی اساطیر کے مطابق یہ آسمان کے دیوتا زیوس اور زیرِ زمین دنیاؤں کے دیوتا ہیڈز کا بھائی ہے۔

[xix] https://www.britannica.com/topic/Minotaur

[xx] https://greekreporter.com/2022/09/08/story-daedalus-icarus-fall/

[xxi] اسلم سراج الدین، تلاشِ وجود، 67

[xxii] انتقال شدگان اور زیرِ زمین مخلوقات کا دیوتا ہے۔ اسے Pluto یا Pluton کے الفاظ سے بھی معنون کیا جاتا ہے جن کے مطالب علی الترتیب "دولت مند" یا "دولت دینے والا" کے ہیں۔

[xxiii] زیرِ زمین مخلوقات کی دیوی ہے جسے اس کے چچا ہیڈز دیوتا نے اغوا کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ یہ یونانی دیوتا زیوس کی بیٹی ہے جبکہ اس کی ماں کا نام Demeter بتایا جاتا ہے۔

[xxiv] یہ علاقہ Sicily کے اطالوی جزیرے پر واقع ایک تاریخی شہر ہے اور صوبے کا مرکز بھی ہے۔ یہ شہر یونان اور روم کے تاریخی و ثقافتی حوالہ جات و علاقہ کی وجہ سے مشہور ہے۔

[xxv] Jenny March, Classical Mythology, (Oxbow Books, Philadelphia, 2014), 209

[xxvi] ناول کا دوسرا اہم کردار ہے۔ چچا مکتوم ایک جادوگر اور انگریزی زبان و ادب کے پروفیسر ہیں۔ موجودہ سے غیر مطمئن ہیں۔ اپنی ذہانت اور علمیت کی بنا پر دنیا کی تقلیب چاہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ریمیا سیمیا کے علم کے ذریعے ماضی کے مختلف زمانوں کے اسفار اختیار کرتے ہیں تا کہ ان کے ہاتھ کچھ ایسا کلیہ لگے جس سے وہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے مکتوم چچا مختلف تاریخی شخصیات سے اُن کے زمانے میں جا کر ملتے ہیں۔

[xxvii] اسلم سراج الدین، تلاشِ وجود، 364

[xxviii] ایضاً، 347

[xxix] https://ni-tian-xie-shen-against-the-gods.fandom.com/wiki/Qianye_Ying%27er

[xxx] شاہد جمیل، تلاشِ وجود دراطرافِ چند: ایک تاثر، مشمولہ: سہ ماہی سمت، شمارہ نمبر 27، جولائی تا ستمبر 2015ء

[xxxi] https://www.greekmythology.com/Other_Gods/The_Muses/the_muses.html)

[xxxii] اسلم سراج الدین، تلاشِ وجود، 304

[xxxiii] J.A Coleman, The Dictionary of Mythology, (The Publishing House, Berkshire England, 2007), 79

[xxxiv] یونانی اساطیر کے مطابق ایسٹرٹی محبت، جنس، جنگ اور شکار کی دیوی ہے جس کا تعلق کنعان اور فونیشیا سے بتایا جاتا ہے۔

[xxxv] محبت، جنس، زرخیزی اور جنگ کی دیوی ہے۔ اکاڈیا کے علاقے میں ایسٹرٹی دیوی کو اس کا ہم منصب گردانا جاتا تھا۔ اس کے جواہرات سے روشنیوں کا انعکاس ہوتا تھا۔ اس دیوی سے کوئی اولاد منسوب نہیں۔

[xxxvi] آگ کا دیوتا ہے۔ روایت کے مطابق یہ دیوتا لنگڑا پیدا ہوا تھا۔ گھریلو جھگڑے کے نتیجے میں اسے اس کی ماں ہیرا دیوی اور اس کے باپ زیوس دیوتا نے جنت سے باہر نکال پھینکا تھا۔ تاہم ڈائنوسس دیوی اسے واپس لے گئی تھی اور یہ واحد دیوتا تھا جو جنت سے نکالے جانے کے بعد واپس گیا تھا۔

[xxxvii] جنگ کا دیوتا جو اپنے حسن اور طاقت کی وجہ سے حسیناؤں کی توجہ کا مرکز ہے۔ یہ ہمت کا دیوتا بھی مانا جاتا ہے۔ یہ یونانی بادشاہ دیوتا زیوس اور دیوی ہیرا کا بیٹا جبکہ ہتھیاروں کی دیوی ایتھینا کا بھائی ہے ہے۔

[xxxviii] ہم آہنگی کی دیوی ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ محبت کی دیوی ایفروڈائٹ اور دیوتا ایریز کی بیٹی ہے۔ ایک روایت کی رو سے اسے دیوتا زیوس اور الیکٹرا کی بیٹی بھی مانا گیا ہے۔

[xxxix] درد اور خوف کا دیوتا ہے۔ یہ دیوی افروڈائٹ اور دیوتا ایریز کا بیٹا جبکہ دیوتا ڈائیموس کا بھائی ہے۔ یونانی اساطیر میں اس کی اہمیت زیادہ سے زیادہ اپنے باپ کے معاون وخادم کی سی ہے اور انفرادی حیثیت اتنی اہم نہیں۔

[xl] دہشت کا دیوتا ہے۔ دیوی افروڈائٹ اور دیوتا ایریز کا بیٹا جبکہ دیوتا فوبوس کا بھائی ہے۔ اسے ماقبل جنگ طاری ہونے والی خوف اور بے چینی کی فضا ہموار کرنے کا دیوتا قرار دیا جاتا ہے۔

[xli] یونانی اساطیر کے مطابق ایروز محبت کا دیوتا ہے۔ہیسڈ کی رزمیہ "تھیوگونی" کے مطابق ایروز کائنات کے خالی پن کی پیداوار تھا(یعنی اس کا جنم ازل سے ہوا)۔ بعد کی روایات میں اسے خوب صورتی اور جنس کی دیوی افروڈائٹ کی اولاد بتایا گیا۔ اس کا باپ دیوتا زیوس، جنگی دیوتا ایریز یا روحانی پیغام رساں ہرمیس میں سے کوئی ایک ہے۔ ایروز نہ صرف جذبات بلکہ زرخیزی کا بھی دیوتا تھا۔ ایروز کا بھائی اینٹی روز(Anteros) باہمی محبت کا دیوتا تھا جسے بعض روایات میں ایروز کا دشمن بتایا گیا ہے۔ ایروز کے معاونین میں خواہش کے دیوتا Pothos اور Himeros کے نام نمایاں ہیں۔ روایات میں (اہلِ روم کے دیوتا ایمر (Amor) کی طرح) ایروز کے کئی روپ سامنے آتے ہیں۔ الیگزینڈر کی شاعری میں ایروز کا ظہور ایک شرارتی بچے کے طور پر ہوتا ہے۔ قدیم فن میں ایروز کو ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں پروں کے ساتھ پیش کیا گیا۔ یونای کلاسیک میں اسے نومولود کے روپ میں پیش کیا گیا۔ یونان کے علاقے بوئٹیا Boeotia کے شہر تھیسپیا Thespiae میں ایروز دیوتا کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی جہاں اس کی نسبت سے Erotidia نامی تہوار منایا جاتا تھا۔ یونان کے قدیم ضلع آرکوپولیز (Acropolis) میں افروڈائٹ کے ہمراہ ایروز کی مورتی بھی رکھی جاتی تھی۔

[xlii] یونانی اساطیر کے مطابق آڈونیس (Adonis) خوبصورتی اور خواہش کا دیوتا ہے۔ اولاً فونیشیا(موجودہ لبنان) کے علاقے میں اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ بعد ازاں یونانیوں نے اس دیوتا کو اپنا لیا۔ ایک عقیدے کے مطابق وہ ملک شام کے بادشاہ تھیاس (Theias) اور "مرحا" (Myrrha) کا بیٹا تھا۔

[xliii] https://www.britannica.com/topic/Aphrodite-Greek-mythology

[xliv] اسلم سراج الدین، تلاش وجود، 10

[xlv] ایضاً، 12، 11